AL-AẒWĀ الاضواء
ISSN 2415-0444 ;E 1995-7904
Volume 35, Issue, 54, 2020
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan

بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی اور ان سے حسن سلوک شریعت اور تاریخ کے آئینے میں

Religious Freedom and Fair Treatment towards Non-Muslims in Muslim Countries in the historical and Islāmic context

حافظ حسن مدنی *

Abstract:

Qur'ān and Sunnah encourage Muslims to treat non-Muslims in the best possible manner and has protected their political, judicial, social and religious rights. Islām emphasizes on the fair treatment towards non-Muslims; it also ordains giving respect to their funerals, visiting their sick and providing them security and social justice in order to soften their hearts for Islām. It is also legislated by the Sharī'ah that if they deal fairly with the Muslims, Muslims in return are also bound to deal with them in the same manner. They are even permitted to secure governmental and official positions while living peacefully in the Muslim lands . Muslims are specifically instructed to ensure their security and provide social justice to the extent that there are numerous warnings given by the Prophet SAW to those who among Muslims, who fail to do so or devise ways to treat non-Muslims unjustly and unfairly. There are numerous parables found in Islāmic history of such treatment; therefore, it wouldn't be wrong to conclude that the number of rights that Islām has given to the non-Muslims, no other religion has been able to do that. This paper covers all such comprehensive details and parables.

Keywords: *Qur'ān and Sunnah, Sharī'ah, Islāmic history, comprehensive*

قرآن وسنت، مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بہترین سلوک کی تلقین کرتے ہیں اور اسلام نے سیاسی، عدالتی، شہری، سماجی اور مذہبی طور پر غیر مسلموں کو بے شمار حقوق دیے ہیں کہ ان کو اپنے دین پر قائم رہنے کی پوری اجازت دی جائے، ان سے عدل وانصاف اور بہترین برتاؤ کیا جائے، ان کی تالیفِ قلبی اور ان کی عیادت کی جائے، ان کا اور ان کے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

جنازوں کا احترام کیا جائے، ان کے دفاع اور تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ اور اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں تو ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ مسلمانوں میں سرکاری مناصب بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ مسلمان ان کے جان ومال کے تحفظ کے بھی پابند ہیں اور نبی کریم ﷺ نے ان مسلمانوں کو شدید وعیدیں دی ہیں جو ان سے حقارت کا سلوک کرتے یا ان پر کسی قسم کا ظلم کرتے ہیں۔

شریعتِ اسلامیہ میں ان کے لئے خصوصی احکام اور مسلم تاریخ میں اس کی درخشندہ مثالیں موجود ہیں، اور یہ امر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ مسلم حکام نے غیر مسلموں کو ہمیشہ دیگر مذاہب کی حکومتوں سے بڑھ کر حقوق دیے ہیں۔ ذیل کا مقالہ اسی موضوع کی جامع اور مستند تفصیلات پر مشتمل ہے۔

اسلام کی رو سے مسلم عوام وحکام، دونوں کے لئے غیر مسلموں کے حقوق کا مرجع وماخذ قرآن وسنت ہی ہیں۔ ان حقوق کی پاسداری کا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پابند کیا ہے۔ اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کے ناطے اُنہیں ان حقوق کو ادا کرنا ہے، جس کا صلہ انہیں ربّ العالمین سے روزِ قیامت جزاوسزا کی صورت میں ملے گا۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ١ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۰۰۸ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ١ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[1]

"اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو نہ تم سے دین کے بارے میں لڑے اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ اللہ تو یقیناً انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تو تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، اس بات سے کہ تم انہیں دوست بناؤ۔ اور جو انہیں دوست بنائے تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔"

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (م 1995ء) اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے: ایک وہ جو

مُعانِد تھے۔ مسلمانوں کو ایذائیں پہنچاتے، اسلام کی راہ روکتے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں سر گرم تھے۔ دوسرے مُسالم جو کافر تو تھے مگر رواداری تھے، غیر جانبدار بن کر رہے۔ مسلمانوں کو نہ کوئی دکھ پہنچایا، نہ ان کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ لیا۔ بے ضرر قسم کے کافروں کے ساتھ رواداری کا حکم فرمایا۔ یعنی ان سے تم کو بھی عداوت نہ رکھنی چاہیے۔ اور رشتہ داری کے حقوق کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور ان سے بہتر سلوک کرنا چاہیے۔

اس سے دو اہم باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک یہ کہ مسلمانوں کی عداوت کی بنیاد محض کفر نہیں بلکہ اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیاں ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے دوران جنگ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، عبادت گزار اور درویش قسم کے لوگوں اور جنگ میں شریک نہ ہونے والے کافروں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ اور دوسری یہ کہ اسلام ایک حق پسند، انصاف پسند اور امن پسند دین ہے۔ جو صرف ان لوگوں سے تعرض کرتا ہے۔ جو اُس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یا اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔"[2]

'غیر مسلموں سے نیکی کرنے' کے قرآنی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے امام شہاب الدین قرافی (م684ھ) لکھتے ہیں:

... وأن يعانوا على دفع الظلم عنهم وإيصالهم إلى جميع حقوقهم ".[3]

" اس میں غیر مسلموں کے کمزوروں پر نرمی، ان کے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنا، ان کے بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑے پہنانا اور ان سے نرمی سے بات کرنا شامل ہیں۔ ہماری طرف سے نرمی، اور یہ نرمی کسی ڈر سے مشروط یا لالچ کی بنا پر نہ ہو۔ ان کے لئے ہدایت کی دعا کرنی چاہیے کہ وہ بھی اسلام کی سعادت سے بہرہ مند ہو جائیں۔ ان کے تمام دینی و دنیاوی کاموں میں ان سے خیر خواہی کرنا، ان کے اموال، اہل خانہ، عزتوں، اور تمام حقوق و مصالح کا دھیان رکھنا۔ ان پر ظلم کی صورت میں ان کی مدد کرنا، اور ان کے تمام حقوق مکمل طور پر ادا کرنا۔"

غیر مسلموں سے عدل وانصاف:

مذکورہ بالا آیت میں مسلمانوں کے ساتھ رہنے والے کفار سے انصاف کا تقاضا کیا گیا ہے، جبکہ اس پر قرآن کریم کی مستقل آیت بالکل واضح ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ١ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ اِعْدِلُوْا١ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ١ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[4]

"اے ایمان والو! اللہ کی خاطر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر مشتعل نہ کردے کہ تم عدل کو چھوڑ دو۔ عدل کیا کرو، یہی بات تقویٰ کے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے باخبر ہے۔"

مولانا کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی یہ سیرت بیان کرتے ہیں:

"اس آیت میں یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ تم سابقہ دشمنیوں اور قبائلی عصبیتوں سے بالکل بے نیاز ہو کر انصاف کی گواہی دیا کرو۔ کسی شخص کی یا کسی قوم کی دشمنی تمہاری گواہی پر یا تمہارے عدل و انصاف پر ہرگز اثر انداز نہ ہونی چاہیے اس کی واضح مثال تو اس انصاری کا واقعہ ہے جس نے کسی مسلمان کی ایک زرہ چرا لی اور ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا تھا (یہ واقعہ سورۃ نساء :آیت ۱۰۷ کے تحت بھی آیا ہے)۔ مالک یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں لے گیا۔ چور (جو حقیقتاً منافق تھا) کی سوچ ہی یہی تھی کہ میں چونکہ مسلمان ہوں، اس لیے یہودی کے مقابلہ میں یقیناً آپ میری حمایت کریں گے۔ پھر اس چور اور اس کے خاندان والوں نے اسی قبائلی عصبیت کی بنا پر اس کا ساتھ دیا اور قسمیں بھی کھائیں کہ ہم اس چوری کے قصہ میں بالکل بے تعلق ہیں اور قریب تھا کہ آپ یہودی کے خلاف اور اس منافق کے حق میں فیصلہ بھی دیتے کہ اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو حقیقی صورت سے مطلع فرما دیا۔"[5]

مولانا حافظ صلاح الدین یوسفؒ (م2020ء) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس میں انصاف کرنے کی ترغیب ہے حتی کہ کافروں کے ساتھ بھی حدیث میں انصاف کرنے والوں کی فضیلت یوں بیان ہوئی ہے۔ ایسے ہی کافروں سے احسان اور انصاف کا معاملہ کرنا ممنوع نہیں جیسے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی مشرکہ ماں کی بابت صلہ رحمی یعنی حسن سلوک کرنے کا پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: «صلي أمك»[6] "اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔"[7]

مذکورہ بالا صرف شرعی احکام ہی نہیں رہے بلکہ تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کی مسلّمہ روایات بھی رہی ہیں۔

☆ چند سطر قبل نبی کریم ﷺ کا وہ واقعہ گزرا ہے جس میں آپ نے غیر مسلم (یہودی) کو مسلمان سے انصاف دلا کر دیا۔

☆ خلافتِ راشدہ میں بھی ایسے درجنوں واقعات موجود ہیں۔ سیدنا عمر بن خطاب کا وہ مشہور واقعہ بھی ہے جس میں مصر کے ایک قبطی، ذمّی شخص نے اُنہیں حاکم مصر عمرو بن العاص کے بیٹے کی شکایت کی کہ کسی مقابلے میں، میں ان کے بیٹے محمد بن عمرو سے آگے نکل گیا تو محمد مجھے مارنے لگے اور کہا کہ میں ابن الکریمین ہوں، تمہیں مجھ سے آگے نکلنے کی جراءت کیسے ہوئی۔ جب سیدنا عمر کو علم ہوا تو آپ نے اس طرح قصاص لے کر دیا کہ والی، گورنر کا بیٹا اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہو کر سزا کا سامنا کرے۔ آپ نے عمرو بن العاص کے بیٹے محمد کو بلایا، قمیص اُتروا کر اس مظلوم کو اُنہیں مارنے کے لئے کہا، اور ارشاد فرمایا:

"متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم احرارًا"[8]

"تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا، جب کہ اُن کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا تھا۔"

☆ اسی طرح خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی کا زرہ کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، اس موقع پر سربراہِ حکومت سیدنا علیؓ بطورِ ایک فریق عدالت میں حاضر ہوئے اور گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں ان کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا گیا جس کو اُنہوں نے برضا و خوشی قبول کر لیا۔ آخر کار وہ یہودی اس عادلانہ فیصلے سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔[9]

☆ آغاز اسلام سے چودھ صدیوں تک یہی اسلامی روایت رہی ہے، چنانچہ مسلم حکمران سلطانِ مغرب محمد بن عبدالرحمٰن[10] نے 26 شعبان 1280ھ بمطابق 5، فروری 1864ء کو یہودی باشندوں کے متعلق وہاں کے گورنروں کو جو جامع اور بے نظیر ہدایت نامہ بھیجا، اس کے الفاظ ملاحظہ کریں:

"نأمر من يقف على كتابنا هذا من سائر خدامنا وعمّالنا والقائمين بوظائف أعمالنا: أن يعاملوا اليهود الذين بسائر إيالتنا بما أوجبه الله تعالىٰ من نصب ميزان الحق ...ليزيد اليهود أمنًا إلى أمنهم، ومن يريد التعدي عليهم خوفا إلى خوفهم." [11]

"تمام گورنروں، ملازمین اور حکومت کے کسی بھی شعبہ سے منسلک تمام افراد کے لئے ہمارا یہ حکم ہے کہ وہ ہمارے تمام صوبوں میں بسنے والے یہودیوں کے لئے حق و انصاف کا ترازو قائم کریں جس کا اللہ نے اُنہیں حکم دیا ہے۔ فیصلوں میں ان کے اور دیگر لوگوں کے درمیان اس طرح مساوات قائم کریں کہ کسی یہودی کو ذرّہ برابر بھی ظلم و ستم اور تکلیف

نہ پہنچنے پائے۔ ان کی جانوں اور اَموال پر نہ تو خود زیادتی کریں اور نہ کسی دوسرے کو کرنے دیں اور ان میں سے اہل صنعت وحرفت لوگوں سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے جس پر وہ راضی نہ ہوں اور اُنہیں ان کے کام کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے جس کے وہ واقعی مستحق ہیں کیونکہ ظلم دراصل روزِ قیامت کے اندھیرے ہیں جس کے ہم متحمل نہیں ہوسکتے، نہ ان کے حقوق میں اور دوسروں کے حقوق میں۔ حقوق کے سلسلہ میں ہمارے نزدیک سب لوگ برابر ہیں، جس نے ان پر کسی قسم کی ظلم وزیادتی کی، اللّٰہ کی توفیق سے ہم اسے ضرور سزا سے دوچار کریں گے۔"

اعتقادی آزادی:

غیر مسلموں کو ان کا دین بدلنے پر مجبور کرنا حرام ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[12]

"دین (قبول کرنے) میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی۔"

مولانا مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"سیدنا عمر نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا :أنا عَجُوزٌ كبَيرة والمَوت إلي قريبٌ، یعنی میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں۔ آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں؟ حضرت عمر نے یہ سن کر اس کو ایمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[13]

یعنی "دین میں زبردستی نہیں ہے۔"[14] اور ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾[15] "پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔"

مولانا عبدالرحمن کیلانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے جو حق (قرآن) آیا ہے جو اسے ماننا چاہتا ہے اسے پورے کا پورا ماننا ہوگا، ورنہ نہ مانے۔ البتہ جو نہیں مانتا اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی سے اس کے لیے دوزخ کی آگ تیار ہے۔"[16]

حتیٰ کہ اگر وہ مسلمانوں کے پاس پناہ کے طالب ہوں تو ایسی حالت میں بھی انہیں اسلام پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے:

﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ١ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾[17]

"اور اگر ان مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیجئے تاآنکہ وہ (اطمینان سے) اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دو۔ یہ اس لیے (کرنا چاہیے) کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔"

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"پناہ کے طلبگاروں کو پناہ کی رخصت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ بے علم لوگ ہیں، ممکن ہے اللہ اور رسول کی باتیں ان کے علم میں آئیں اور مسلمانوں کا اخلاق و کردار وہ دیکھیں تو اسلام کی حقانیت و صداقت کے وہ قائل ہو جائیں۔ اور اسلام قبول کر کے آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔ جس طرح صلح حدیبیہ کے بعد بہت سے کافر امان طلب کر کے مدینہ آتے جاتے رہے تو اُنہیں مسلمانوں کے اخلاق و کردار کے مشاہدے سے اسلام کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔"[18]

اس سلسلے میں ثمامہ بن اثال کا واقعہ بڑا بصیرت افروز ہے، جنہوں نے پناہ طلب تو نہ کی تھی، لیکن پکڑے جانے پر نبی کریم ﷺ نے ان کو مسلمانوں کے کردار اور معمولات کے مشاہدے کا موقع دیا، اور وہ اسی اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے:

"ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ والی روایت کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ محرم 6 ہجری میں ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینہ منورہ لایا گیا اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ فَقَالَ: «أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ»، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ[19]... پھر آپ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے، چنانچہ اسے رہا کر دیا گیا۔ وہ فوراً مسجد کے قریب ایک باغ میں گیا، غسل کیا اور مسجد میں آگیا، پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پھر کہنے لگا: اے محمد ﷺ، اللہ کی قسم! مجھے تمام روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی سے دشمنی نہ تھی اور اب آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین بُرا معلوم نہ ہوتا تھا اور اب

آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ کے شہر سے بُرا کوئی شہر نہ تھا اور اب آپ کا شہر میرے نزدیک سب شہروں سے بڑھ کر پسندیدہ ہے۔"

عہد نبوی میں مکہ مکرمہ کے علاوہ مدینہ منورہ کی اسلامی حکومت میں غیر مسلموں سے حسن سلوک کے بہت سے شاندار واقعات، اسلام کے غیر مسلموں سے حسن سلوک پر شاہد ہیں، جن کا تذکرہ موجب طوالت ہو گا۔

ذمیوں کو نقصان پہنچانے کی حرمت:

مسلمانوں کے ساتھ رہنے والے غیر مسلم ذمی کو قتل کرنا اور ان کو نقصان پہنچانا سنگین گناہ ہے، سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا».[20]

" جس نے کسی معاہد (ذمّی) کو قتل کیا، جس کی (حفاظت کی) ذمے داری اللہ اور اس کے رسول نے اُٹھائی ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستّر سال کے فاصلے سے محسوس ہوتی ہے۔"

کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».[21]

" خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمت سے بڑھ کے اسے کسی بات کا مکلّف کیا یا اس کی دلی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔ "

سیدنا عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ سیدنا عمرؓ بن خطاب نے اپنی آخری وصیت میں فرمایا:

"... وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ ﷺ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ."[22]

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ (غیر مسلموں کے بارے میں) اس ذمہ داری کو پورا کرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری ہے، یعنی ان کے عہد و پیمان کو پورا کیا جائے اور ان کے آگے دشمن سے لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔"

1. **ذمیوں کا احترام:** ان کے جنازوں کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ جیسا کہ سیدنا عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے، کہتے

ہیں:

... فَقَالَ: «أَلَيْسَتْ نَفْسًا».[23]

"حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے لوگ جنازہ لے کر گزرے تو دونوں کھڑے ہو گئے ان سے عرض کیا گیا کہ یہ جنازہ تو اہل ارض یعنی ذمی یہودی کا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا: کیا وہ نفس نہیں ہے؟

امام یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں:

"هذا الذي قاله صاحب "التتمة" هو المختار – يعني الاستحباب - فقد صحت الأحاديث بالأمر بالقيام ولم يثبت في القعود شيء إلا حديث علي رضي الله عنه، وهو ليس صريحًا في النسخ بل ليس فيه نسخ ؛ لأنه محتمل القعود لبيان الجواز، والله أعلم"[24]

"التتمة کے مصنف نے کھڑے ہونے کا جو موقف اختیار کیا ہے تو یہی راجح ہے کیونکہ صحیح احادیث میں کھڑے ہونے کا حکم آیا ہے، اور جنازوں کے وقت بیٹھے رہنے کے بارے میں جو سیدنا علی کی حدیث ہے، وہ اس حکم کے منسوخ ہونے کے بارے میں دوٹوک نہیں ہے، بلکہ اس میں نسخ ہے ہی نہیں کیونکہ اس میں بیٹھے رہنے کا احتمال، محض جواز کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ واللہ اعلم"

یہی موقف حافظ ابن حزم کا بھی ہے، لکھتے ہیں:

"نستحب القيام للجنازة إذا رآها المرء -وإن كانت جنازة كافر- حتى توضع أو تخلفه فإن لم يقم فلا حرج."[25]

"جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کے ہم مستحب قرار دیتے ہیں، چاہے وہ کافر کا جنازہ ہی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ اسے رکھ دیا جائے یا جنازہ آگے نکل جائے۔ تاہم اگر کوئی کھڑا نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔"

غیر مسلموں سے بہترین رویہ اور ان کی عیادت سنتِ نبویؐ ہے، جو سیدنا انسؓ سے مروی ہے:

... فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ ...[26]

"ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے فرمایا: "تو

مسلمان ہو جا! اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔اس نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے: "اللہ کا شکر ہے جس نے اس لڑکے کو آگ سے بچالیا۔"

غیر مسلموں کی زیادتی کے جواب میں ان سے تحمل پر مبنی رویہ رکھنا، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے:

... قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «قَدْ قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ».[27]

کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: السّام علیکم یعنی تمہیں موت آئے، سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس کا مفہوم سمجھ گئی میں نے جواب دیا: وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ یعنی تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! نرمی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر امر میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے نہیں سنا انہوں نے کہا بکواس کی تھی؟ رسول اللہ ﷺ فرمایا: میں نے اس کا جواب دیا تھا: "وعلیکم اور تم پر بھی وہی کچھ ہو۔

امام بخاری نے اس حدیث کو باب الرفق یعنی 'نرمی کا بیان' میں ذکر کر کے غیر مسلموں سے نرمی برتنے پر استدلال کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ غیر مسلموں کی دعوت بھی قبول کر لیا کرتے تھے، جیسا کہ زینب نامی مشہور یہودیہ کا واقعہ ہے، جس نے خیبر میں آپ کو مہمان بنا کر، بکری میں زہر ملایا اور عربوں کی شاندار ثقافت 'مہمان نوازی' کو بٹہ لگاتے ہوئے، خیانت کی بدترین مثال قائم کی۔ پھر پیغمبر اسلام ﷺ جب فوت ہونے لگے تو اس سے قبل سیدہ عائشہ کو صراحت کے ساتھ کہا تھا کہ

«مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ».[28]

"اے عائشہ! اس کھانے کا درد میں برابر محسوس کر رہا ہوں جو میں نے غزوہ خیبر کے وقت کھایا تھا۔ اس وقت میں اس زہر کے سبب اپنی شہ رگ کٹتی ہوئی محسوس کرتا ہوں۔" [29]

اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں مولانا عبدالستار الحماد حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"فتح خیبر کے وقت ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کو بطورِ ہدیہ بھیجا۔ آپ نے لقمہ ابھی منہ میں ڈالا ہی تھا کہ بذریعہ وحی آپ کو خبر دار کر دیا گیا۔ اس حدیث میں اس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ 'ابہری' ایک رگ ہے جو پیٹھ سے ہو کر گزرتی ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ وہ پھٹتی ہے تو موت واقع ہو

جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو وفات کے قریب اس کا علم ہوا۔"[30]

جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے خادم کو یہودی ہمسایہ کے گھر قربانی کا گوشت پہنچانے کی بار بار تاکید فرماتے[31]۔ شدید حیرانی کے باعث یہودی ہمسایہ کے ساتھ اس عنایت کا راز پوچھا تو سیدنا عمروؓ بن العاص نے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پیش کیا: «ما زال جبريل يوصيني بالجار، حتى ظننت أنه سيورّثه»[32] "جبریل مجھے پڑوسی کے متعلق مسلسل وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار بنادیں گے۔"

اس حدیث سے علم ہوتا ہے کہ ہمسایہ اگر غیر مسلم بھی ہو تو اس سے حسن سلوک کرنا صحابہ کرامؓ کی زریں روایت ہے۔

2. **ذمیوں کو عہدے دینا:** ذمیوں کے لئے اسلام نے یہاں تک گنجائش رکھی ہے کہ ایک موقف کے مطابق انہیں مسلمانوں پر اختیارات تو نہیں دیے جاسکتے، تاہم ان کو عملی اجراءات کا نگران بنایا جاسکتا ہے، پہلے کو شرعی اصطلاح میں وزارتِ تفویض اور دوسرے کو وزارتِ تنفیذ کہتے ہیں۔ تفویض میں حاکم اپنے بعض فرائض اپنے معاونین کو یوں دیتا ہے کہ وہ اس میں خود تدبیر کر کے، فیصلہ کریں۔ یہ اختیار غیر مسلموں کے لئے جائز نہیں، جبکہ جہاں فیصلہ ہو چکا ہو اور صرف اس کی نگرانی اور اجرا کی یقین دہانی کرنا ہو، اس کو تنفیذ کہتے ہیں جس کے ضوابط و قوانین پہلے سے وضع شدہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ برطانیہ میں بھی بعض غیر ملکی، برطانوی شہریت والوں کو وزارتیں دے دی جاتی ہیں، کیونکہ اس میں آزادانہ اختیارات کی بجائے لگے بندھے ضوابط کی پاسداری کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ چنانچہ عباسی قاضی القضاۃ امام ماوردی لکھتے ہیں:

> وَأَمَّا وَزَارَةُ التَّنْفِيذِ فَحُكْمُهَا أَضْعَفُ وَشُرُوطُهَا أَقَلُّ؛ لِأَنَّ النَّظَرَ فِيهَا مَقْصُورٌ عَلَى رَأْيِ الْإِمَامِ وَتَدْبِيرِهِ، وَهَذَا الْوَزِيرُ وَسَطٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّعَايَا وَالْوُلَاةِ يُؤَدِّي عَنْهُ مَا أَمَرَ، وَيُنَفِّذُ عَنْهُ مَا ذَكَرَ، وَيُمْضِي مَا حَكَمَ، وَيُخْبِرُ بِتَقْلِيدِ الْوُلَاةِ وَتَجْهِيزِ الْجُيُوشِ، وَيَعْرِضُ عَلَيْهِ مَا وَرَدَ مِنْ مُهِمٍّ،... ثم قال: وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هَذَا الْوَزِيرُ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ.[33]

"تنفیذی وزارت کے اختیارات کمتر اور اس کی شرطیں مختصر ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس میں فیصلہ حاکم کی رائے اور تدبیر پر ہی موقوف ہوتا ہے۔ اور ایسا وزیر حاکم کے لئے عوام اور ان کے حکام کے مابین واسطہ ہوتا ہے۔ جو حاکم کے احکامات کو پورا اور طلب کردہ احکام کو نافذ کرواتا ہے۔ فیصلہ شدہ چیز کا اجرا کرتا، ماتحت حکام کی کارکردگی رپورٹ، عساکر کی تیاری، اور اہم چیزوں کے بارے میں حاکم کو باخبر رکھتا ہے۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ ذمیوں میں سے وزیر تنفیذ بھی

مقرر کیا جاسکتا ہے۔"

اس موقف کی بنا پر عباسی خلافت میں بہت سے عیسائیوں کو سرکاری مناصب بھی دیے گئے جن میں نصر بن ہارون (م 369ھ) اور عیسیٰ بن قسطورس (م 380ھ) قابل ذکر ہیں۔ اور امام جلال الدین سیوطی (م 911ھ) نے عبیدی حکومت کے گورنر، ابو سعد تستری اور مسلم حکومت کے بعض عیسائی یا یہودی وزرا کا بھی تذکرہ کیا ہے جو اپنے دین پر ہی کاربند رہے مثلاً بہرام ارمنی نصرانی بھی عبیدی حکومت میں اہم وزرات پر فائز رہا۔

تاہم دوسرا موقف یہ ہے کہ غیر مسلموں کو کسی بھی صورت میں مسلمانوں پر اختیار نہیں دیا جاسکتا، ان کا اختیار زیادہ سے زیادہ مسلم معاشرے میں بسنے والے غیر مسلموں تک محدود ہو سکتا ہے۔ اس موقف کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا١ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ١ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ١ۖۚ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ١ؕ ﴾[34]

"اے ایمان والو! اپنے سوا کسی غیر مسلم کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ ان کی دشمنی ان کی زبانوں پر بے اختیار آ جاتی ہے اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں وہ اس سے سنگین تر ہے۔"

مفسر قرآن علامہ آلوسی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ کچھ مسلمان جاہلیت کی قدیم دوستیوں کی وجہ سے یہودیوں سے ایسے تعلقات رکھتے تھے کہ اس سے مسلمانوں کے راز افشا ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے تعلقات رکھنے سے منع فرما دیا۔[35]

3. **ان کے ساتھ کھانے پینے اور برتن استعمال کرنے کی اجازت:** غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے علاوہ ان کا احترام کرنا بھی شرعی فریضہ ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠ ۷۰﴾ (بنی اسرائیل:70)

"بلاشبہ! ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی اور بحر و بر میں اُنھیں سواری مہیا کی۔ کھانے کو پاکیزہ چیزیں دیں اور جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے، ان میں سے کثیر مخلوق پر نمایاں فوقیت دی۔"

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہ شرف اور فعل، بحیثیتِ انسان کے، ہر انسان کو حاصل ہے چاہے مؤمن ہو یا کافر۔ کیونکہ یہ شرف دوسری مخلوقات، حیوانات، جمادات و نباتات وغیرہ کے مقابلے میں ہے۔"

اور اس احترام میں ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے برتن استعمال کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتاب کا کھانا یعنی ان کا ذبح کردہ گوشت کھانا مباح قرار دیا ہے، اور یہ تو معلوم ہے کہ بعض اوقات وہ یہ کھانا اپنے برتنوں میں پکا کر لاتے ہیں، تو یہ چیز ان کے برتن استعمال کرنے کے جواز کی دلیل ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو ایک یہودی بچے نے جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی، جس کا ذائقہ تبدیل ہو چکا تھا، کی دعوت دی۔[36] اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مشرکہ عورت کے مشکیزہ سے وضو کیا جو چمڑے کا ہوتا ہے اور اس میں پانی رکھا جاتا ہے۔[37] ان احادیث سے کفار کے برتنوں کے استعمال کا جواز کا پتہ چلتا ہے۔

☆غیر مسلموں کے برتنوں کو ترک کرنے کی وجہ، دراصل ان میں نجاست کا امکان ہے یا شرعی تقاضوں کے مطابق ان برتنوں کی طہارت نہ رکھنا ہے جیسا کہ سنن ابوداود میں مروی ہے کہ

"ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، اور وہ اپنی ہنڈیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے، اور اپنے برتنوں میں شراب نوشی کرتے ہیں، چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم ان برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن پاؤ تو ان میں کھاؤ اور پیؤ لیکن اگر تمہیں ان برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن نہیں ملتے تو پھر اُنہیں پانی کے ساتھ دھو کر کھاؤ پیؤ۔"[38]

اس حدیث کی شرح میں امام خطابی کہتے ہیں:

"حدیث میں استعمال کردہ لفظ الرحض دھونے کو کہتے ہیں۔ اس میں دلیل یہ ہے کہ مشرکوں کے متعلق معلوم ہے وہ اپنی ہنڈیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے اور اپنے برتنوں میں شراب نوشی کرتے ہیں، اس لیے اُنہیں دھوئے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں۔"[39]

جمہور فقہائے کرام کے ہاں اس حدیث میں امر استحباب کے لیے ہے، یعنی غیر مسلموں کے برتنوں میں کھانے پینے سے بچنا مستحب ہے، اور اس کو دھو کر بھی استعمال کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر ان برتنوں کے علاوہ دوسرے برتن نہ ملیں تو پھر انہیں استعمال کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

"گندگی کی بنا پر ان برتنوں میں کھانے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ برتن نجاست کے

عادی ہیں۔" [40]

اسی طرح ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی !ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیا کریں؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے جو برتنوں کا ذکر کیا ہے، اگر ان برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن مل جائیں تو تم ان برتنوں میں نہ کھاؤ، اور اگر ان برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن نہ ملیں تو اُنہیں دھو کر ان میں کھالیا کرو۔" [41]

الغرض اس ممانعت کو ان کے ہاں حرام اشیا میں استعمال کردہ برتنوں پر محمول کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں اسلام نے غیر مسلموں کو بے شمار حقوق عطا کئے ہیں، مثال کے طور پر:

تجارت اور کاروبار کرنے کا حق	رہائش اور نقل مکانی کا حق
تعلیم کا حق	آزادئ فکر کا حق
اجتماعی آزادی کا حق	اور انفرادی ملکیت کا حق وغیرہ وغیرہ۔ [42]

غیر مسلموں سے حسن سلوک کی مزید تفصیلات اور احکام کے لئے محدث میں شائع شدہ تفصیلی مضمون [43] کا مطالعہ کریں۔

الغرض شرعِ اسلامی میں غیر مسلموں کو بہت سے حقوق دیے گئے ہیں۔ سب سے بڑھ کر ان کے جان ومال کا تحفظ، امن وامان اور مسلمانوں کو ان کی تکریم وتالیف کی ہدایت۔ لیکن کسی غیر مسلم سے دلی دوستی، مشرک یا مشرکہ سے نکاح، بعد از وفات ان کے لئے دعائے خیر کی ممانعت، یا اُنہیں مسلمانوں کو اپنے غلط عقائد کی دعوت دینے کی اجازت نہیں، اس سلسلہ میں جامع تفصیلات 'عہد ذمہ' میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ گویا مسلم معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق مطلق نہیں، بلکہ شرعی حدود سے مقید ہیں جن سے تجاوز کرنے کی مسلمانوں کو بھی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح مذہبی حقوق کے نام پر غیر مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے کے کسی طور مجاز نہیں، اور مسلمانوں میں توحید کے برخلاف، کفر وشرک پھیلانے یا اس کو خوبصورت بنا کر پیش کرنے کی اُنہیں قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اور اگر کوئی مسلم حکومت ان باتوں کی اجازت کا مجمل معاہدہ بھی کرلے، تو شریعت کے خلاف معاہدے کی پابندی کی بجائے اس کی اصلاح کی کوشش اور جدوجہد کی جائے گی۔

حواشی وحوالہ جات

1 القرآن الکریم، سورۃ الممتحنۃ:60/8،9

Al-Mumtaḥinah, 60/8,9

2 تفسیر تیسیر القرآن، ازمولانا عبد الرحمٰن کیلانی، مکتبۃ السلام، لاہور، محرم 1432ھ: ج4/ص201

Tafsīr Taysīr al-Qur'ān, Abdur Raḥmān Kaylānī, Vol.4, p201, (Maktabat-us-Salām, Lahore 1432 AH)

3 الفروق از امام شہاب الدین قرافی: 3/15،14، عالم الکتب، قاہرہ

Al-Furūq, Imām Shahāb al-Dīn Qarāfī, p: 3,15,16, (Ālam al-Kutub).

4 القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ:5/8

Al Mā'ida, 5/8

5 تفسیر تیسیر القرآن، ازمولانا عبد الرحمٰن کیلانی، مکتبۃ السلام، لاہور، محرم 1432ھ: ج1/ص511

Tafsīr Taysīr al-Qur'ān, Abdur Raḥmān Kaylānī, Vol.1, p511, (Maktabat-us-Salām, Lahore 1432 AH)

6 صحیح بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، باب الھدیۃ للمشرکین، رقم:2620

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Hibah wa al-Faḍlihā (Bāb al-Hadiyyat li al-Mushrikīn) ,No: 2620

7 تفسیر احسن البیان اُردو از حافظ صلاح الدین یوسف، دار السلام، لاہور 2008ء، ص304

Tafsīr Aḥsan ul Bayān, Ḥāfiz Ṣalāḥ ud Dīn Yusūf, p304, (Dār us Salām, Lahore, 2008 AD)

8 اس مشہور قصہ کے مستند ہونے پر کچھ کلام ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں https://islamqa.info/ar/279025 dated: 15th Aug. 2020.

9 حلیۃ الأولیاء از ابن الجوزی بحوالہ کنز العمال از علامہ علی شاذلی ہندی: رقم 17790، مؤسسۃ الرسالۃ، 1401ھ.

Ḥilyat al-Awliyā, Ibn al-Jawzī. Kanz al-'Ummāl, Allāmah Ali Shāḍhilī Hindi, No:17790, (Mu'assisah al-Risālah, 1401)..

10 اُنیسویں صدی عیسوی میں علویوں کے سب سے نامور سلطان حسن بن محمد کا والد، سلطان محمد چہارم بن عبد الرحمٰن بن ہشام، جو 1859ء تا 1873ء میں مراکش پر حکمران رہا۔ اس نے سپین کے شہروں سبتہ اور ملیلہ کو فتح کرنے کے لئے 1859ء میں جہاد کیا۔ اس کا دور افریقہ میں علم وفضل، شعر وادب اور ریاضی، انجنیئرنگ اور فلکیات کا سنہرا دور مانا جاتا ہے۔

11 الأقلیات الدینیۃ والحل الاسلامی از ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی: ص 59،58، مکتبہ وہبہ، قاہرہ.

Al-Aqaliyyāt al-Dīniyyah wa al-Ḥall al-islāmī, Dr. Muhammad Yūsuf Al-Qarḍāwī, p: 58,59, (Maktabah Wahba- Cairo).

12۔ القرآن الکریم، البقرۃ: 2/ 256

Al-Baqrā, 2: 256

13۔ ایضا ibid

14 تفسیر معارف القرآن، از مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی، جنوری1996ء: ج1/ ص615
Tafsīr Ma'ārif al-Qur'ān, Mufti Muḥammad Shafī', Vol1, p.615, (Idarat al-Ma'ārif, Karachi, 1996 AD)

15۔ القرآن الکریم، سورہ الکہف:18، 29

16 تفسیر تیسیر القرآن، از مولانا عبد الرحمٰن کیلانی، مکتبۃ السلام، لاہور، محرم1432ھ: ج2/ ص634
Tafsīr Taysīr al-Qur'ān, Abdur Raḥmān Kaylānī, Vol.2, p.634, (Maktabat-us-Salām, Lahore 1432 AH)

17۔ القرآن الکریم، سورہ التوبۃ:9، 6

Al-Tobā, 9:6

18 تفسیر احسن البیان اُردو از حافظ صلاح الدین یوسف ، دار السلام، لاہور 2008ء، ص535
Tafsīr Aḥsan ul Bayān, Ḥāfiz Ṣalāḥ ud Dīn Yusūf, p535, (Dār us Salām, Lahore, 2008 AD)

19 صحيح البخاري: كِتَابُ الصَّلاَةِ (بَابُ الِاغْتِسَالِ إِذَا أَسْلَمَ، وَرَبْطِ الأَسِيرِ أَيْضًا فِي المَسْجِدِ)، رقم 462.
Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣalāh (Bāb al-Ightisāl 'iḍhā Aslama, wa Rabṭ al-Asīr Ayḍan fī al-Masjid),No: 462

20 سنن ابن ماجه: كِتَابُ الدِّيَاتِ (بَابُ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا)، رقم 2687.
Sunan ibn Mājah, Kitāb al-Diyāt (Bāb man Qatal Mu'āhidan), No:2687

21 سنن أبي داؤد: كِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ (بَابٌ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ)، رقم 3052.
Sunan Abi Dawūd, Kitāb al-Kharāj wa al-Imārah wa al-Fay' (Bāb fi Ta'shīr 'Ahl al-Dhimmah 'Iḍhā Ikhtalafū bi al-Tijārāt), No:3052.

22 صحيح البخاري: كِتَابُ الجَنَائِزِ (بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ ؓ)، رقم 1392.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-janā'iz (Bāb mā Ja' fi Qabr al-Nabī ﷺ wa Abi Bakr wa Umar), No:1392

23 صحيح البخاري :كِتَابُ الجَنَائِزِ (بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ)، رقم 1312.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-janā'iz (Bāb man Qāma li-Janāzat Yahūdī), No:1312

24 المجموع از امام یحیٰی بن شرف نووی: 5/ 241، دار الفکر، بیروت.
Al Majmū', Imam Yaḥyā ibn Sharf al-Nawawī, (5/241), (Dār al-Fikr- Beirut).

25 المحلی از حافظ علی بن احمد ابن حزم: 3/380، دار الفکر، بیروت.
Al-Maḥallā, Ḥāfiẓ Ali Ibn Aḥmad Ibn Ḥazm, p: 3/ 380, (Dār al-Fikr- Beirut).

26 صحيح البخاري :كِتَابُ الجَنَائِزِ (بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ، ...)، رقم 1356.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-janā'iz (Bāb 'Iḍhā Aslam al-Ṣabī Famāta, hal Yuṣallā Alayhī, ...), No:1356.

27 صحيح البخاري :كِتَابُ الأَدَبِ (بَابُ الرِّفْقِ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ)، رقم 6024.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-Adab (Bāb al-Rifq fī al-Amr Kullihī), No:6024.

28 صحيح البخاري: كِتَابُ المَغَازِي (بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ)، رقم4428.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-Maghāzī (Bāb Maraḍ al-Nabī ﷺ wa Wafātihī), No:4428.

29 صحيح سنن أبي داؤد از شیخ ناصر الدین البانی: ۴۵۱۴.
Sunan Abī Dawūd, Shaykh Nāṣir al-Dīn Albāni,4514.

30 شرح صحیح بخاری از مولانا عبد الستار الحماد، دار السلام 2018ء، کتاب المغازی، حدیث نمبر 4428

31 سنن الترمذی، أبواب الأشربة، باب ما أسكر قليله فكثيره حرام: رقم 1866.
Sunan Tirmidhī, Abwāb al-Ashribah,1866.

32 صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار: 6014.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb Adab, Bāb al-Waṣāt bī al-Jār, 6014.

33 الاحكام السلطانية از امام ابو الحسين علی بغدادی ماوردی: ص58، دار الحدیث، قاہرہ۔
Al-Aḥkām al-Sulṭāniyyah, Imam Abu Al-Hussayn Ali Baghdādī Māwardī, p. 58, (Dār Al-Ḥadīth-Cairo).

34 القرآن الکریم: سورۃ آل عمران: 3/118.
Āl-‘Imrān: 3/118.

35 تفسیر روح المعانی از شہاب الدین آلوسی: 4/37، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1415ھ۔
Tafsīr Rūḥ Ma’ānī, Shahāb al-Dīn Ālusī, p: 4/37, (Dār Al-Kutub Al-‘Ilmiyyah-Beirut, 1415).

36 سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب فی العزل: رقم 1136، مسند احمد بن حنبل... علامہ البانی نے إرواء الغلیل (1/ 71) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔
Sunan Tirmidhī, Abwāb al-Nikāḥ: No:1136, Musnad Aḥmad bin Ḥanbal, Irwā’ al-Ghalīl (1/71).

37 صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب التیمم فی الحضر: رقم 337، صحیح مسلم: رقم 682.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb al-Tayammum, Bāb Fī Tayammum, No:337. Ṣaḥīḥ Muslim, No: 682.

38 سنن ابو داود کتاب الاطعمۃ، باب الاکل فی آنیۃ اھل الکتاب: رقم 3839، شیخ البانی نے صحیح ابو داود میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔
Sunan Abī Dawūd, Kitāb Aṭ’imah, Bāb al-Akl fī Āniyat Ehl al-Kitāb, No: 3839.

39 عون المعبود شرح ابو داود: زیر حدیث مذکور، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ۔
Aown Ma’būd Sharḥ Abu Dawūd, (Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1415).`

40 المنہاج شرح مسلم از امام یحییٰ بن شرف نووی: 13/ 80، دار احیاء التراث، بیروت 1392ھ۔
Al Minhāj, Sharḥ Muslim, Imam Yaḥyā bin Sharf Nawawī, p: 13/80, (Dār Iḥyā Al-Turāth-Beirut 1392).

41 صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید القوس: رقم 5478، صحیح مسلم: رقم 3567.
Ṣaḥīḥ Bukhārī, Kitāb Ẓabā’ih wa al-Ṣayd, Bāb Ṣayd al-Qaws, No:5378. Ṣaḥīḥ Muslim, No:3567.

42 فقه الاحتساب على غير المسلمين از ڈاکٹر علی بن ابراہیم الطریقی: 43تا58، الحوار الاسلامی المسيحى از ڈاکٹر حسام الدین علی مجید: ص48، الاسلام والمساواة بين المسلمين وغير المسلمين از عبد المنعم احمد برکہ: 215، أحكام

عقد الأمان والمستأمنين:112،109،الأوضاع القانونية للنصارىٰ واليهود في الديار الاسلامية حتى الفتح العثماني: 49،74تا193،99تا212.
Fiqh Iḥtisāb alā Ghayr al-Muslimīn, Dr. Ali bin Ibrāhīm al-Ṭarīqī, p:43-58. Al-Ḥiwār al-Islami al-Masīḥī, Dr Ḥisām al-Dīn Ali Majīd, p:48. Al-Islam wa al-Musāwāt bayn al-Muslimīn wa Ghayr al- Muslimīn, Abdul Mun'im Barkah, p: 215. Aḥkām 'Aqd al-Amān wa al-Musta'minīn, p:109,112. Al-Auwḍā' al-Qānūniyyah li al-Naṣārā wa al-Yahūd fī al-Diyār al-Islamiyyah Ḥattā al-Fatḥ al-Uthmānī, p: 49, 74-193,99-212.

43 'اسلام میں غیر مسلموں سے حسن سلوک' از ڈاکٹر حافظ حسن مدنی: محدث، شمارہ 304، بابت اکتوبر 2006ء
'بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کے حقوق' (4/ اقساط) از شیخ صالح بن حسین، مترجم: ڈاکٹر محمد اسلم صدیق: شمارہ 303، ستمبر، نومبر 2006ء، جنوری 2007ء، مارچ 2007ء.
Islam mayn Ghayr Muslimo say Ḥusn-e-Sulūk, Dr. Ḥāfiz Ḥassan Madanī: Mu'ḥadith, No. 304, October 2006. Bilād Islamiyyah mayn Ghayr Muslimo kay Ḥuqūq, (4 Aqsāt), Shaykh Ṣaleḥ Bin Hussayn, Translated by Dr. Muḥammad Aslam Siddiq: No. 303, September, November 2006, January 2007, March 2007.